Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن



الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم -33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

حَکَمَ کے اصل معنی کسی چیز کی اصلاح کے لیے اسے روک دینے کے ہیں۔ اَحْکَمَہٗ عَنِ الْاَمْرِ کے معنی ہیں، اسے اس بات سے روک دیا۔ (تاج العروس) حَاکِمٌ کے معنی ہیں فیصلہ کرنے والا، ہر ایک کو اپنی حدود میں رکھنے والا۔ اس کی جمع حُکَّامٌ آتی ہے۔ اَلْحُکُوْمَۃُ اسی سے اسم ہے۔ اَلْحَکَمُ صاحب اختیار ثالث، قانون نافذ کرنے والا۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ (النساء:۵۸)

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہیے کہ انصاف کے ساتھ کرو۔"

اَلْحِکْمَۃُ کے معنی ہیں القضاء فی الشیء یعنی کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا۔ اس فیصلہ میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا، (تاج العروس) یعنی ہر ایک کی حدود مقرر کر کے کسی کو ان سے تجاوز نہ کرنے دینا۔ اس لیے حَکِیْمٌ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہر چیز کو صحیح تناسب و توازن کے ساتھ، اس اس کے تقاضے اور عمدگی کے ساتھ سرانجام دے۔

ابن فارس نے کہا ہے کہ حِکْمَۃٌ کو حکمت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جہالت اور نادانی کی باتوں سے روکتی ہے۔ قاموس میں ہے کہ اَلْحِکْمَۃُ سے مراد حق بات پر پہنچنا، عدل و انصاف، علم و حلم سے۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ اَلْحِکْمَۃُ کا معنی علم و عقل کے ذریعہ حق بات دریافت کر لینے کے ہیں۔ لہٰذا حکمت الٰہی کے معنی اشیاء کی معرفت اور پھر نہایت احکام کے ساتھ ان کو موجود کرنا ہیں۔

قرآن حکیم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا: وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ (ص: ۲۰) "اور ہم نے اس کو حکمت اور معاملات کے فیصلہ کی صلاحیت عطا کی۔"

قرآن کو حَكِيْمٌ کہا گیا ہے الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ (یونس:۱) کیونکہ وہ ہر شے کا صحیح مقام متعین کرکے کسی کو ان حدود سے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ وہ تمام اخلاقی امور میں صحیح فیصلے کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک قرآن پاک کے وصف میں حَكِيْمٌ بمعنی محکم ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ (ہود:۱) جس کی آیتیں محکم ہیں۔ اور یہ دونوں قول صحیح ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیات محکم بھی ہیں اور اس میں حکمت سے بھرے احکام بھی ہیں۔ لہٰذا دونوں معانی کے لحاظ سے قرآن حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کو بھی حَكِيْمٌ کہا گیا ہے: اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (البقرہ:۳۲) کیونکہ وہ کائنات کو ٹھیک ٹھیک راستہ پر چلاتا ہے۔ ہر شے کو صحیح اندازے اور تناسب کے مطابق پیدا کرتا ہے اور اپنے قانون کی لگام سے ہر شے کو مسخر کیے ہوئے ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (البقرہ:۳۲) يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۱۳) ”وہ انسانوں کے اختلافی امور میں فیصلے کرتا ہے۔“

حکم کا لفظ حکمت سے عام ہے۔ ہر حکمت کو حکم کہہ سکتے ہیں، لیکن ہر حکم حکمت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حکم کے معنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنے کے ہوتے ہیں کہ وہ یوں ہے یا یوں نہیں ہے۔ (مفردات القرآن)

قرآن حکیم میں كِتَابٌ کے ساتھ حِكْمَةٌ کا لفظ بھی آیا ہے: وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (البقرہ: ۱۵۱) یہاں الکتاب سے مراد قانون ہے اور الحکمۃ سے مراد اس قانون کی غایت و مصلحت ہے۔

یہ حکمت ہی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ قانون کی غایت کیا ہے، اس کا متعین راستہ کون سا ہے، قانون کے نتائج کیا ہیں، وہ کس روش پر انسانوں کو چلانا چاہتا ہے۔ لہٰذا کتاب کے ساتھ حکمت بھی دی گئی۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ملتے ہیں۔ اور قرآن حکیم کے اندر محفوظ ہیں۔ چنانچہ سورۃ النساء میں ہے: وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (النساء: ۱۱۳) اللہ نے تیری طرف کتاب اور حکمت کو نازل کیا۔ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ (الاحزاب: ۳۴) ”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے اس کا چرچا کرو۔“

ان دونوں آیتوں میں اَنْزَلَ اور یُتْلٰی استعمال ہوئے ہیں جو قرآن حکیم میں صرف وحی آسمانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ اسی حکمت کی تعلیم دینے پر مامور ہوتے ہیں جو منزل من اللہ تعالیٰ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے تو اس کی دوسری صفات کی طرح حکمت کی عطا اور اس کا رنگ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عطا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اس عطا کردہ حکمت سے بہت زیادہ حصہ پاتے ہیں۔ ان کی استعداد نبوت اس کا زیادہ حصہ پانے کی وجہ بنتا ہے۔ مخاطبین کی آسانی اور سمجھ کے لیے جو باتیں رسول ﷺ کرتا ہے وہ رسول ﷺ کا وحی الٰہی سے استنباط ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے رسول کی حکمت، کتاب اللہ کی تعلیم اور اس کے محکمات سے کبھی متصادم یا متجاوز نہیں ہوتی۔

قرآن حکیم میں نبی ﷺ کو چار مقامات پر ان کی منصبی صفات سے آگاہ کیا ہے جن میں (۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب (۳) حکمت اور (۴) تزکیہ (تربیت) شامل ہیں۔ وہ آیت اس طرح ہیں:

(۱) رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ (البقرہ: ۱۲۹)

”اے ہمارے رب! (اپنے فضل و کرم سے ایسا کیجیو کہ اس بستی کے بسنے والوں میں) تیرا ایک رسول پیدا ہو جو انہیں میں سے ہو۔ وہ تیری آیتیں لوگوں کو بتائے، کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) ان کا تزکیہ کرے۔ اے پروردگار! بلاشبہ تیری ذات ہے جو حکمت والی اور سب پر غالب ہے۔“

(۲) كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (البقرہ:۱۵۱)

"یہ اسی طرح کی بات ہوئی جیسے کہ ہم نے تم میں سے ایک شخص کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا، وہ ہماری آیتیں تمہیں بتاتا ہے (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) تمہارا تزکیہ کرتا ہے، کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ وہ باتیں سکھلاتا ہے جس سے تم یکسر نا آشنا تھے۔"

(۳) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران:۱۶۴)

"بلاشبہ یہ اللہ کا مومنون پر بڑا ہی احسان تھا کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیا جو انہیں میں سے ہے، وہ اللہ کی آیتیں بتاتا ہے، تزکیہ کرتا ہے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے (اس نے ہدایت کی راہ ان پر کھول دی) حالانکہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔"

(۴) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ (الجمعۃ:۴-۲)

"اس نے اٹھایا ہے امیوں میں سے ایک رسول جو انہی میں سے ہے جو ان کو اس کی آیتیں بتاتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بیشک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہیں میں سے ان دوسروں میں بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں اور اللہ غالب و حکیم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

ان چاروں آیات میں رسول اللہ ﷺ کی منصبی صفات مشترک ہیں۔

- اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی وحی کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا تلاوت ہے۔
- قوانین خداوندی اور احکام شریعت سکھانا یہ تعلیم کتاب ہے۔
- قوانین خداوندی کی غایت، نتائج اور کائنات اور انسان کی زندگی میں ان قوانین کی کارفرمائی اور عقلوں کی تہذیب حکمت کے ذریعہ ہوئی۔
- اعلیٰ انسانی شخصیت کے لیے نفوس و اذہان کی تربیت یہ تزکیہ کے عمل سے ہوئی۔

مولانا عبید اللہ سندھی الحکمۃ کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الحکمۃ قانون کی روح کا نام ہے۔ قرآن حکیم انسانیت میں جو تہذیب پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد انسانیت کے عام اصولوں پر ہو گی۔ ان احکام سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ انسانیت مکمل ہوتی جائے گی۔۔۔ قرآن حکیم نے نماز کے متعلق یہ بھی فرمادیا ہے کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴿۱۴﴾ (طٰہٰ:۱۴) یعنی نماز ادا کرنا اس مطلب کے لیے ہے کہ انسان کو اس کا رب یاد آتا رہے۔ یہ صلوٰۃ کی حکمت کہلائے گی۔ اگر ہم صورتاً جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کے لوازمات کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہماری طبعیتوں میں راسخ نہیں ہوتا تو سمجھا جائے کہ ہماری نماز منافقانہ ہے اور (اس طرح کی) نماز پڑھنے سے کوئی دنیاوی فائدہ مقصود ہے۔ لِذِکْرِیْ کے اس ایک لفظ نے نماز کو غلط طریقے پر استعمال کیے جانے سے روک دیا۔ اسی طرح قرآن حکیم کی نسبت کہا گیا کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی یہ انصاف قائم کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ اس ایک جملے میں قرآن حکیم کی ساری حکمت ضبط کر دی گئی۔ اب اگر قرآن پڑھنے والوں کا مقصد انصاف قائم کرنا نہیں ہے تو وہ حقیقت میں قرآن نہیں پڑھ رہے۔ وہ منافقانہ نماز کی طرح کوئی دنیاوی

فائدہ حاصل کرنے کے لیے صورتاً قرآن کو ڈھال بناتے ہیں۔ (مجموعہ تفاسیر امام سندھیؒ، ص۳۲۸)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ان فرائض منصبی کی ادائیگی کی اور ایک عظیم انقلاب کے ذریعہ دین کے فروغ وغلبہ کو اپنی امت کی طرف منتقل کر گئے۔ لیکن جو نتائج پیغمبر اسلام ﷺ اور اس کی پیدا کردہ جماعت نے حاصل کیے بعد کے آنے والے ادوار میں وہ اسی طرح نہ رہے۔ اس ناحاصلات کے اسباب میں ایک چیز تو یہ ہے کہ متذکرہ چاروں اصولوں کے مفاہیم ہی بدل دیے گئے۔ تلاوت آیات کو قرآن کا ورد کرنے (Recitation)، تعلیم کتاب کو فقہی مسائل کے گرد رکھنے، حکمت کو حدیث پر منطبق کرنے اور تزکیہ کو خاص قسم کی وضع اور لباس کے مفاہیم پہنائے گئے۔ نبوت کا بنیادی منصب جب اس قسم کے وضعی دائروں میں محبوس کر دیا گیا تو وہ اعلیٰ انسانی معاشروں کی تشکیل کا بڑا کام پیچھے رہ گیا۔

مثلاً قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی آیات نشانیوں کا جہاں بھی ذکر کیا تو اس کے ساتھ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کا مطالبہ بھی کیا۔ یَا اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی اہل عقل کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے زمین و آسمان (کائنات) پر غور کرو، اس میں تم اللہ کی نشانیاں دیکھو گے۔ اس کے ذریعے تم اپنے رب کو پہچانو گے، اس کے ذریعہ تم کو اللہ تعالیٰ کے تخلیقی منصوبہ کا علم ہو گا۔ اس کے ذریعہ تم جنت اور دوزخ کو دریافت کرو گے غرض وہ تمام چیزیں جس کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ طور پر تزکیہ سے ہے ان سب کو کائناتی تفکر سے وابستہ کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کا بتایا ہوا تزکیہ مبنی بر عقل ہوتا ہے، اور انسانی اذہان و شعور اس کا ہدف ہوتے ہیں۔

حکمت کی منتقلی کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا کہ قوانین خداوندی کی حکمتوں، نتائج کے بجائے احکام شریعہ کی منتقلی ہوئی، جس کو مولانا حمید الدین فراہی نے ان الفاظ میں

بیان کیا ہے۔

"کسی کو حکمت منتقل کرنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کی بکثرت مشق کرائی جائے۔ فہم کے لیے روشنی مہیا کی جائے اور کتاب الٰہی میں غور و فکر پر ابھارا جائے کیونکہ وہی حکمت کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے اگرچہ بکثرت لوگ حکمت سے فیضیاب ہوئے لیکن اس کو آگے منتقل کرنے میں انہوں نے مشکل محسوس کی۔ چنانچہ وہ اسے اس طرح منتقل نہ کر سکے جس طرح انہوں نے احکام شریعت کو منتقل کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں حکمت جاننے والے کم ہوئے اور اس کے حصول کا ذریعہ بھی مخفی رہ گیا۔" (حکمت قرآن، ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جتنے بھی احکام دیے ہیں، ان احکام کی حکمت یا نتائج بھی بتائے ہیں۔ یہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ قرآن حکیم دفعتاً نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت و مصلحت بتدریج اس کا نزول ہوا ہے۔ یعنی جیسی ضرورتیں پیش آئیں اور جس قسم کے مصالح کی رعایت ناگزیر ہوئی ان کی مناسبت سے احکام کا نزول ہوتا رہا۔ اس طریق نزول سے ایک طرف حالات و زمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف زندگی اور قانون میں باہمی ربط اور اس کی حکمتوں کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح ان احکامات سے اگر کہیں نتائج حاصل نہیں ہو رہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ احکامات پر ان کی روح اور تقاضوں کے مطابق عمل نہیں ہو رہا۔ اس وقت ہمیں رک کر اپنا جائزہ لینا ہو گا کہ ہم سے کہاں غلطی ہو رہی ہے۔

حکمت کے حصول میں پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ معرفت یا دریافت ہے۔ یہ معرفت کسی کو خشیت و محبت رب کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ معرفت یا دریافت کسی کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی دریافت کی صورت میں حاصل ہوتی ہے اور کسی کو زندگی میں اعلیٰ انسانی کاموں اور بھلائیوں کی صورت میں عطا ہوتی ہے۔ جن کو خشیت و محبت کی

صورت میں حاصل ہوتی ہے تو وہ حکمائے دین بن کر سامنے آتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی صورت میں حاصل ہوتی ہے تو وہ حکمائے تحقیق و سائنس بن کر سامنے آتے ہیں۔ اور جن کو اعلیٰ انسانی کاموں اور بھلائیوں کی صورت میں حاصل ہوتی ہے تو وہ سخی، مصلح اور صالح انسان کے طور پر مشہود ہوتے ہیں۔

حکمت جس طرح دانائی کا منبع اور شعور ہے اسی طرح بھلائی کا منبع اور شعور ہے۔ باقی تمام انسان بھلائیوں کے کاموں سے اس سے اپنا اپنا حصہ بقدر پاتے ہیں۔ یہ بھلائی بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے نتیجے میں باقی انسانوں کو ملتی ہے۔ سورۃ الجمعۃ کی آیت ۴ میں اوپر ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ بخشتا ہے ان کو جو اس کی چاہت رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ایسوں کو وہ اپنے قانون من یشاء سے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک ذریعہ اور راستہ پیدا کیا ہے۔ پس جو شخص حکمت کا طالب ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے ذرائع کو اختیار کرے۔ اس کے لیے اپنے اندر تڑپ پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ کا قانون من یشاء متحرک ہو جائے گا۔ پھر یہ اس میدان کا شہسوار بن جائے گا۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں بھی حکمت کے لیے قوانین من یشاء کا ارشاد ہے: یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ (البقرہ: ۲۶۹) ”وہ (اپنے قانون) مَنْ یَّشَآءُ سے جسے چاہتا ہے حکمت دے دیتا ہے اور جس کو حکمت مل گئی تو (یقین کرو) اس نے بڑی ہی بھلائی پالی۔“ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۷ سے ۲۸۰ تک تیرہ آیات انفاق کرنے، اس کے فوائد اور اثرات کے متعلق ہیں اور انفاق کی یہ باتیں بتاتے ہوئے اس کے درمیان آیت ۲۶۹ میں انفاق کرنے کی دانائی اور شعور کو یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ کی نوید دی گئی ہے۔

لقمان نبی نہیں تھا لیکن اپنے دور کا بہت ہی دانا اور سعادتمند شخص تھا۔ اس کے لیے فرمایا گیا کہ: وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ ؕ (لقمٰن: ۱۲) ”بلاشبہ ہم نے

لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہ" اللہ تعالیٰ نے لقمان کے حکمت کی کچھ باتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہیں، قرآن حکیم میں بیان کر دی ہیں۔ ان نصائح سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکمت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا شعور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی صفات، اس کے قوانین، اس کی بھیجی ہوئی ہدایت انسانوں کے لیے سلامتی اور نفعہ بخشی کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے جو بھی حکمت یا دانائی انسانوں کے لیے عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلامتی اور نفعہ بخشی کا ذریعہ بنے گی وہ اسی سرچشمہ کا فیضان ہو گی اور انسانوں کے لیے خیرِ کثیر کا کام دے گی۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ (البقرہ:۲۵۱)

"چنانچہ انہوں نے حکم الٰہی سے اپنے دشمنوں کو ہزیمت دی اور داؤد کے ہاتھ سے جالوت مارا گیا۔ پھر اللہ نے داؤد کو بادشاہی اور حکمت سے سرفراز کیا اور (حکمرانی و دانشوری کی باتوں میں سے) جو کچھ سکھانا تھا سکھا دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ ایسا نہ کرتا کہ انسانوں کے ایک گروہ کے ذریعے دوسرے گروہ کو راہ سے ہٹاتا رہتا تو زمین فساد کی لپیٹ میں ہوتی۔ (اور امن و عدالت کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔) لیکن اللہ دنیا کے لیے فضل و رحمت رکھنے والا۔ (اور یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے ظلم و فساد کے خلاف مدافعت رکھی ہے۔)"

اس آیت میں حکومت و حکمت کی عطا سے مراد اختیار اور قانون کی عطا ہے اور اس کی تفصیلات بھی اسے سکھائی گئی ہیں۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ (النساء:۵۴)

"یا پھر اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کا انہیں حسد ہے۔ (اور یہی بات ہے) تو (کیا وہ نہیں جانتے کہ) ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی تھی اور ساتھ ہی بہت بڑی سلطنت بھی۔"

اس آیت میں ملک عظیم کی بقاو ترقی کا راز قانون و حکمت بتایا گیا ہے۔ یعنی قانون کی حکمرانی اور اس قانون کے عصری تقاضے جو زمانے اور حالات سے مطابقت رکھتے ہوں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ (لقمٰن:۱۲)

"بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر ادا کر تا رہ اور جو شکر گزار ہو گا تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر ادا کر تا ہے۔ اور جس نے ناشکری یا انحراف کیا تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔"

شکر کے معنی نمایاں یا ظاہر کرنا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے پہلے وہ صلاحیتیں آتی ہیں جو خود انسان کے اندر موجود ہیں۔ ان صلاحیتوں کی نشوونما یہ ان کا شکر ہے۔ اور یہ چیز انسان میں اچھائیاں اس کی عملی زندگی سے ابھرتی ہیں۔ اس طرح شکر یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ہے۔ اس کے بعد جو مادی نعمتیں حاصل ہیں ان کا شکر احسان کی عملی زندگی سے ہے۔ جس انسان کو یہ چیز حاصل ہے وہ حکمت کی عطا سے پانے والا ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ (البقرہ:۲۶۹)

"وہ جسے چاہتا ہے حکمت دے دیتا ہے اور جس کو حکمت مل گئی تو (یقین کرو اس نے بڑی ہی بھلائی پالی) اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو عقل و بصیرت رکھنے والے ہیں۔"

یہاں آیات کے سیاق وسباق کی روشنی میں حکمت کے مطلب کو خاص طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سورۃ بقرہ کی اس آیت سے پہلے آٹھ آیات اور بعد کی آٹھ آیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو انفاق کے حوالہ سے یہ احکام سامنے آتے ہیں:

(۱) جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی نیکی بیج دانے کی سی ہے جس سے سات سو دانے نکل آتے ہیں۔ اللہ اس سے بھی دگنا بڑھا دیتا ہے۔

آیت ۲۶۱۔

(۲) جو لوگ انفاق کرنے میں نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف دیتے ہیں تو ایسے لوگ اجر اور سلامتی والے ہیں۔

آیت ۲۶۲۔

(۳) اذیت والی خیرات سے بہتر سیدھے منہ سے رحم وشفقت کا اچھا بول اور عفو و درگذر ہے۔

آیت ۲۶۳۔

(۴) اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور لوگوں کو اذیت پہنچا کر برباد نہ کرو۔

(۵) جو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے وہ مال ریاکاری کی وجہ سے رائیگاں ہو جاتا ہے۔

آیت ۲۶۴۔

(۶) اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کیا گیا مال ایک اونچی زمین پر اگائے ہوئے باغ کی طرح ہے جو بارش سے شاداب ہو جاتا ہے۔

آیت ۲۶۵۔

(۷) پوری زندگی کی کوشش اور کمائی کو زندگی کے آخری ایام میں تباہی اور بربادی سے بچاؤ۔

آیت ۲۶۶۔

(۸) جو تم نے طیبات یعنی محنت مزدوری یا تجارت سے کمائی کی ہو اس میں سے خرچ کرو۔

(۹) جو کچھ تمہارے لیے زمین میں پیدا کر دیتے ہیں اس میں سے انفاق کرو۔

(۱۰) اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اچھی چیز خیرات کرو۔

(۱۱) ایسا نہ کرو کہ فصل کی پیداوار میں سے کسی چیز کو ردی اور خراب دیکھ کر خیرات کرو۔

آیت ۲۶۷۔

(۱۲) شیطان انفاق سے دور رکھنے کے لیے تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے۔ اور صرف اپنی ذات کے لیے جینے کی ترغیب دیتا ہے۔

(۱۳) لیکن اللہ تمہیں ایسی راہ کی طرف بلاتا ہے جس میں اس کی سلامتی کا نظام اور اس کے فضل و کرم سے بڑھوتی کا وعدہ ہے۔

(۱۴) انفاق کرنے سے اللہ کی وسعت کا قانون متحرک ہوتا ہے یہ اللہ کے علم میں ہے۔

آیت ۲۶۸۔

(۱۵) جو لوگ انفاق کے ان قوانین اور نتائج کو مانتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں تو ان کا یہ ایمان اور عمل سب اس کی اس مشیت کے نتیجہ میں ہوتا ہے جو حکمت کی صورت میں انہیں عطا کی گئی ہے۔ اور جن کو یہ بڑی بھلائی عطا کی گئی ہے۔

قرآن حکیم نے اس خرچ کرنے کی حکمت کے اثرات بعد کی آیات میں مزید بتائے ہیں اور انفاق نہ کرنے کے نتائج بھی بتائے ہیں۔

(۱۶) خیرات کی قسم میں سے تم نے جو کچھ بھی خرچ کا ارادہ کر دیا۔

(۱۷) اللہ کی نذر ماننے کے طور پر جو کچھ بھی نکالنا چاہو اس میں کوتاہی ہر گز نہ کرو۔

آیت ۲۷۰۔

(۱۸) اگر تم کھلے طور پر خیرات کرو تو یہ بھی اچھی بات ہے۔

(۱۹) اگر پوشیدہ رکھو اور محتاجوں کو دے دو تو اس میں زیادہ بہتری ہے۔

(۲۰) انفاق کے یہ طریقے تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دیتے ہیں۔

آیت ۲۷۱۔

(۲۱) جو کچھ بھی تم خیرات کروگے تو خود اپنے ہی فائدے کے لیے کروگے۔

(۲۲) تمہارا خرچ کرنا اسی غرض کے لیے ہے کہ اللہ کی رضا جوئی حاصل کرنے کے لیے کرو۔

(۲۳) جو کچھ تم انفاق کروگے تو اللہ کا قانون یہ ہے کہ اس کا بدلہ پوری طرح تم کو دے دیگا تمہاری حق تلفی نہ ہوگی۔

آیت ۲۷۲۔

(۲۴) خیرات ان حاجتمندوں کا حق ہے جو کمانے کی سکت نہیں رکھتے (وہ عادی طلبگار نہیں ہوتے)۔

(۲۵) تم ان کے چہرے دیکھ کر ان کی حالت جان سکتے ہو وہ لوگوں کے پیچھے دوڑنے والے نہیں۔

(۲۶) تم جو کچھ بھی نیکی کی راہ میں خرچ کروگے تو اللہ اس کا علم رکھنے والا ہے۔

آیت ۲۷۳۔

(۲۷) جو لوگ رات کی تاریکی میں اور دن کی روشنی میں پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو یقیناً ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ہے۔

(۲۸) وہ عدم سلامتی کے خوف سے باہر ہونگے اور وہ محرومیوں کی غمگینی سے بھی

عافیت میں ہونگے۔

آیت ۲۷۴۔

(۲۹) جو لوگ حاجتمندوں کی مدد کرنے کے بجائے الٹا ان سے سود لیتے ہیں اور اس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں ان کے اس ظلم و ستم کے نتیجہ میں باؤولوں کی طرح لڑ کھڑائیں گے۔

(۳۰) یہ اس لیے ہو گا کہ انہوں نے سود کے ناجائز ہونے کا انکار کیا اور خود کو دھوکے میں رکھ کر کہا کہ خرید و فروخت کو اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے اور سود کو حرام، دونوں باتیں ایک طرح کیسے ہو سکتی ہیں؟

(۳۱) اب جس کے پاس اس کے پروردگار کی نصیحت پہنچ گئی اور وہ آئندہ سود لینے سے رک گیا تو معاملہ خدا کے حوالے ہے۔

(۳۲) لیکن جو کوئی باز نہ آیا تو وہ دوزخی گروہ میں سے ہے ہمیشہ عذاب میں رہنے والا۔

آیت ۲۷۵۔

(۳۳) اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

(۳۴) اللہ ناشکروں اور نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔

آیت ۲۷۶۔

یہاں حکمت کی عطا ان ۱۷ آیات کے گرد گھومتی ہے۔ انفاق کوئی معمولی بات نہیں۔ کمائی، سرمایہ اور دولت انسان کے دل و دماغ کے لیے حصار بن جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو حاصل وسائل کے امین ہونے کی حکمت عطا کرتا ہے، ان کے لیے انفاق آسان بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ انفاق کو اپنی شخصیت کی تعمیر اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ (النحل: ۱۲۵)

"(اے پیغمبر!) اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاؤ اس طرح کہ حکمت کی باتیں بیان کرو اور اچھے طریقے پر پند و نصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث و تمحیص کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقے پر کہ حسن و خوبی کا طریقہ ہو۔"

دعوت کے عمل میں مخاطب کی نوعیت اور لیول کے مطابق دعوت کا طریقہ اور استدلال ہونا چاہیے۔ دعوت کے عمل میں اگر حکمت کا انداز نہ ہو تو مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔ دعوت کا جو انداز خود اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو توحید کی دعوت دینے کے لیے سکھایا تھا، وہ اگر اختیار کیا جائے تو نتائج ہر صورت میں مفید سامنے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب توحید کی دعوت کی ذمہ داری ڈالی گئی تو وہاں موجود لوگوں کے حکمرانوں، سرداروں اور مذہبی پیشہ وروں کے ساتھ مفادات اس طرح جڑے ہوئے تھے کہ ذہنی مردگی چھائی ہوئی تھی۔ اس صورتحال میں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان میں حیاتِ معنوی کا احیاء کرنے کا سوال کیا: کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی تو اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں، تجھے اس بات پر یقین نہیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے کہا یقین تو ہے لیکن مجھے اس کا تجربہ نہیں، اگر یہ تجربہ سامنے آجائے تو میں اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ کام سرانجام دے سکوں گا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو چار پرندوں کو اپنے ساتھ ہلانے اور مانوس کرنے کا تجربہ سکھایا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے یہ کر دیکھا تو ان میں اسی طریقے اور رویے پر انسانوں میں دعوت کے نتائج (حیاتِ معنوی) پیدا ہونے کا تجربہ اور اطمینان پیدا ہوا۔ پھر اسی تربیت کے نتیجہ میں وہ متقیوں کے امام ٹھہرے۔

❖❖